شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک مروزیؒ

۱۱۸ھ —— ۱۸۱ھ

(از مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

(۱)

عبداللہ بن مبارک نام۔ عبدالرحمان کنیت، خراسان کے مشہور شہر مرو کے رہنے والے تھے ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ترکی تھے۔ جو پہلے ہمدان میں بسنے والے بنو حنظلہ کے ایک تاجر کے غلام تھے۔ بعد میں آزاد کر دیئے گئے۔ اسی نسبت سے آپ حنظلی کہلاتے ہیں۔ والدہ خوارزم کی رہنے والی تھیں۔ سن رشد کو پہنچے تو تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ اپنے شہر سے فارغ ہو کر رخت سفر باندھا اور ہر ملک کے چوٹی کے مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ شب و روز کی محنت اور جانکاہی سے علم حدیث میں وہ درک حاصل کیا کہ ہمعصر علماء اور شیوخ حدیث کی طرف سے امام المسلمین اور امیر المومنین فی الحدیث کے اونچے لقب سے سرفراز ہوئے۔ امام احمد فرماتے ہیں عبداللہ بن مبارک کے زمانہ میں ان سے بڑھکر علم طلب کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اس گوہر گرانمایہ کی تلاش میں انہوں نے یمن، شام مصر، کوفہ، بصرہ اور دیگر ممالک کے سفر کیئے۔ چھوٹے بڑے ہر قسم کے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ حتے کہ ان کے پاس علم کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا[1]۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں عبداللہ بن مبارک نے طلب حدیث میں چوتھائی دنیا کا سفر کیا ہے کوفہ، بصرہ، یمن، جزیرہ اور مصر و شام وغیرہ ممالک اسلام میں کوئی ایسا ملک نہیں جہاں یہ تحصیل علم کے لئے نہ پہنچے ہوں[2]۔

تحصیل علم کا سبب | امام عبداللہ بن مبارک اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ والد بڑے امیر کبیر تھے روپے پیسے کی ریل پیل تھی۔ عام طور پر امراء کے لڑکوں کی طرح پہلے یہ بھی آزاد منش اور

۱؎ تہذیب الاسماء والصفات للنووی ج ۱ ص ۲۸۶   ۲؎ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۶۴

آوارہ مزاج تھے۔ شب و روز لہو و لعب اور نا و نوش میں گذرتے تھے۔ بظاہر ان کا مستقبل نہائت تاریک نظر آتا تھا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ان کی حالت میں یکایک انقلاب پیدا ہوا۔ پہلی زندگی کو خیرباد کہا۔ تحصیل علم اور ریاضت و عبادت پر جھک پڑے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے بستان المحدثین میں انکی قلب ماہیت کا عجیب و غریب واقع بیان کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

ابتدائے جوانی میں عبداللہ بن مبارک شراب نوشی کے عادی تھے۔ رقص و سرود گانے بجانے اور لہو و لعب میں دن رات کٹتے تھے۔ جب سیب پکے تو ایک دن دوست و احباب کو ہمراہ لے کر باغ میں گئے۔ پر تکلف کھانے اور بہترین قسم کی شراب حاضر کی گئی۔ دن بھر کھانے پینے اور لہو و لعب میں مصروف رہے۔ شراب کے دور چلتے رہے جب مستی غالب آئی تو بے خود ہو کر گر پڑے سحری کے وقت ہوش بجا ہوئے تو سارنگی لے کر گانے کی تیاری شروع کی۔ مگر سارنگی سے آواز نہ نکلی۔ اس فن میں ماہر تو تھے ہی تاروں کو ٹھیک ٹھاک کیا مگر پھر بھی آواز نہ پیدا ہوئی۔ ہزار کوشش کے بعد اگر آواز نکلی تو یہ کہ اس نے ایک انسان کی طرح مندرجہ ذیل آیت تلاوت کر دی۔

الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق	کیا ابھی تک اہل ایمان کیلئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالےٰ کے ذکر، اور اس کی جانب سے نازل شدہ حق کی طرف جھک جائیں۔

یہ دیکھکر امام صاحب چونک پڑے۔ سارنگی توڑ دی۔ شراب بہا دی۔ گرانبہا ریشمی منقش لباس تار تار کر دیا۔ اور جذبۂ صادق کے تحت طلب علم اور عبادت حق میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ کفوی نے بھی طبقات میں یہ واقعہ اتنے تغیّر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ جب امام صاحب شراب کی مستی سے بیہوش ہو کر گر پڑے تو خواب میں دیکھا کہ ایک خوش الحان پرندہ ان کے سرہانے درخت پر بیٹھا ہوا مندرجہ بالا آیت پڑھ رہا ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں ممکن ہے پہلے خواب میں پرندہ کی آواز سے تنبیہہ کی گئی ہو۔ پھر بیداری میں سارنگی کی آواز سے مزید تاکید ہوئی[۱]

[۱] بستان المحدثین صـ۵۹

بہرکیف اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ سے آپ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اور آپ کی توجہ رقص و سرود، مے نوشی اور لہو و لعب سے تحصیل علم، عبادت، زہد فی الدنیا اور اقبال علی الآخرۃ کی طرف منعطف ہوگئی۔

تحصیل حدیث کیلئے دولت کے صرف کا اندازہ مندرجہ ذیل دو واقعوں سے ہوگا۔

(۱) والد نے آپ کو پچاس ہزار درہم کاروبار اور تجارت کے لئے دیئے۔ امام صاحب یہ خطیر رقم لے کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور تمام کی تمام علم حدیث کی تحصیل میں صرف کر ڈالی جب گھر واپس لوٹے تو والد نے پوچھا "کیا جنس لائے اور کتنا منافع حاصل کیا؟" امام صاحب نے حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کی طرف جن میں مختلف اساتذہ سے ذخیرہ علم جمع کیا تھا۔ اشارہ کرتے ہوئے کہا "میں تو یہ جنس لایا ہوں اور دین و دنیا کا نفع حاصل کیا ہے۔ آپ کا والد یہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ اور تیس ہزار درہم مزید ان کے حوالہ کرتے ہوئے بولا "یہ بھی اسی راہ میں صرف کرو اور اپنی تجارت کو مکمل کرو"[۱]

(۲) ایک عرصہ آپ نے شیخ معمر کے پاس تحصیل علم کر کے فارغ ہوئے تو ایک غلام اور ایک ہزار درہم نقد انکی خدمت میں پیش کئے[۲]

اساتذہ اساتذہ اور شیوخ حدیث کی فہرست بہت طویل ہے۔ خود فرماتے ہیں میں نے چار ہزار اساتذہ سے علم سیکھا۔ مگر روایت ایک ہزار سے کی ہے۔ عباس بن مصعب کہتے ہیں ان ہزار شیوخ سے مجھے آٹھ سو کا پتہ چل سکا ہے۔ ان کے اساتذہ میں کبار تابعین کے نام سر فہرست ہیں بعض کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

ہشام بن عروہؒ۔ حمید الطویلؒ۔ سلیمان تیمیؒ۔ سلیمان اعمش۔ عاصم احول۔ یحییٰ بن سعید انصاریؒ۔ اور موسیٰ بن عقبہؒ وغیرہ۔ تابعین کے علاوہ آپ کو سفیان ثوریؒ۔ سفیان بن عیینہؒ۔ امام مالکؒ۔ شعبہؒ۔ حماد بن زیدؒ اور حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے جلیل القدر اتباع تابعین سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے[۳]

قوت حفظ امام عبداللہؒ کا حافظہ بے نظیر تھا۔ ایک دفعہ فرمایا اگر میری سب کتابیں (خدانخواستہ) ضائع ہو جائیں تو پروا نہیں۔ کیونکہ وہ سب میرے سینہ میں محفوظ ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کان صاحب حدیث حافظاً[۴]۔ امام ذہبی فرماتے ہیں الامام الحافظ العلامۃ شیخ الاسلام[۵]۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں۔

---

[۱] بستان المحدثین ص ۵۹۲ الفوائد البہیہ ص ۱۰۳ [۲] تقدمۃ الجرح والتعدیل ترجمہ امام ابن المبارکؒ [۳] تہذیب التہذیب ترجمہ عبداللہ بن مبارک [۴] تہذیب الاسماء ص ۲۸۶ [۵] تذکرۃ الحفاظ ص ۲۵۳

کان من الربانیین فی العلم، الموصوفین بالحفظ و من المذکورین بالزہد۔[۵۱]

امام صاحب کے دوست صخر بیان کرتے ہیں کہ ہم بچپن میں ایک مکتب میں اکٹھے تعلیم حاصل کرتے تھے ایک دن میں اور عبداللہ بن مبارک ایک مقرر کے پاس سے گذرے جو تقریر کر رہا تھا۔ اس نے بڑی لمبی تقریر کی جب خاموش ہوا تو امام صاحب کہنے لگے مجھے یہ پوری تقریر ازبر ہو گئی ہے۔ ان کا یہ دعوےٰ سن کر ایک شخص بولا۔ اگر تمہیں یاد ہو گئی ہے تو اسے بیان کرو۔ امام صاحب نے حرف بحرف وہ تقریر سنا دی۔ اور وہ واقعی انہیں پوری طرح ضبط ہو گئی تھی۔[۵۲]

مساور کہتے ہیں میں نے امام عبداللہ سے پوچھا "کیا آپ حدیث حفظ کیا کرتے ہیں؟" فرمانے لگے میں نے دماغ پر زور ڈال کر کبھی کوئی حدیث یاد نہیں کی۔ میں کتاب پڑھتا ہوں جو حدیث مجھے پسند آتی ہے۔ وہ میرے دل پر نقش ہو جاتی ہے۔[۵۳]

امام عبداللہ بن مبارک آئمہ حدیث کی نظر میں امام عبداللہ کی جلالت، دیانت، فقاہت، امامت اور زہد و تقویٰ پر تمام آئمہ حدیث کا اتفاق ہے۔ ان کے زمانہ سے لے کر آج تک جملہ اہل علم نے ان کی خدمات اور مساعی کو خراج تحسین ادا کیا۔ اور کتاب و سنت کی نشر و اشاعت میں ان کی کوششوں کو بنظر استحسان دیکھا ہے امام نووی فرماتے ہیں "الامام المجمع علی امامتہ وجلالتہ فی کل شیئ"[۵۴]۔ امام ذہبی فرماتے ہیں "واللہ! مجھے عبداللہ بن مبارک سے لوجہ اللہ محبت ہے اور میں ان کی محبت میں خیر و برکت کی امید کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں عبادت، تقوےٰ، اخلاص، جہاد، وسعتِ علم، قوتِ حفظ، ہمدردی اور دیگر متعدد صفاتِ جمیلہ سے نوازا تھا۔" عبدالرحمان بن مہدی فرماتے ہیں۔ "چار شخص امامت کے درجہ پر فائز ہیں امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ حماد بن زیدؒ، اور عبداللہ بن مبارکؒ۔ عبدالرحمان، عبداللہ بن مبارک کو سفیان ثوری پر ترجیح دیتے تھے نعیم بن حماد کہتے ہیں۔ میں نے عبدالرحمان بن مہدی سے پوچھا "آپ کے نزدیک سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک سے افضل کون ہے؟" بولے "عبداللہ بن مبارک" میں نے کہا لوگوں کی رائے آپ کی رائے کے خلاف ہے فرمانے لگے لوگوں کو تجربہ نہیں ہے میں نے آج تک عبداللہ جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

[۵۱] تاریخ بغداد ص۱۵۲ ج۱۰۔ [۵۲] و [۵۳] تاریخ بغداد ص۱۶۵ ج۱۰۔ [۵۴] تہذیب الاسماء ص۲۸۵

وہ یکتائے زمانہ ہیں[51]۔ ابواسحاق فزاری کہتے ہیں" عبداللہ بن مبارک امام المسلمین ہیں"۔ ابواسامہ کہتے ہیں" آپ امیرالمومنین فی الحدیث ہیں"۔ جرح و تعدیل کے امام حضرت یحییٰ بن معین کے پاس عبداللہ بن مبارک کا ذکر ہوا تو فرمانے لگے" سید من سادات المسلمین"۔ فضیل بن عیاض کہتے ہیں" خدا کی قسم آج تک میری آنکھوں نے عبداللہ بن مبارک جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا"۔ ابوعثمان کلبی کہتے ہیں" مجھ سے امام اوزاعی نے پوچھا کیا تم نے عبداللہ بن مبارک کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں! فرمانے لگے اگر تم انہیں دیکھ لیتے تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں[52]۔

ابراہیم بن موسیٰ کہتے ہیں سرخیل آئمہ جرح و تعدیل امام یحییٰ بن معین سے کسی نے پوچھا" معمر کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مضبوط اور پختہ حدیث بیان کرنے والا کون ہے۔ عبدالرزاق یا عبداللہ بن مبارک"؟ امام یحییٰ لیٹے ہوئے تھے یہ سن کر بیٹھ گئے۔ فرمانے لگے عبداللہ بن مبارک، عبدالرزاق اور اس کے تمام شہر والوں سے بہتر ہیں۔ پھر متعجب ہو کر فرمایا" تم عبدالرزاق کو عبداللہ بن مبارک سے ملاتے ہو؟"[53]

عمران بن موسیٰ فرماتے ہیں" ایک شخص نے سفیان ثوری سے کوئی مسئلہ پوچھا فرمانے لگے" کیا تمہارے ہاں تمام اہل مشرق کا سب سے بڑا عالم موجود نہیں ہے؟" اس نے کہا" اے ابوعبداللہ وہ کون ہے؟" کہنے لگے "عبداللہ بن مبارک" اس نے پھر کہا" کیا وہ تمام اہل مشرق میں سب سے بڑے عالم ہیں؟" بولے" ہاں! بلکہ اہل مغرب میں بھی وہی بڑے عالم ہیں"۔ عبدالرحمان بن جمیل کہتے ہیں" ایک دفعہ ہم نے عبداللہ بن مبارک سے کہا" اے مشرق کے عالم! ہمیں حدیث بیان کیجئے"۔ سفیان سن کر کہنے لگے" تمہیں افسوس ہو یہ مشرق و مغرب اور ان کے درمیان تمام ممالک کے عالم ہیں۔

یحییٰ اندلسی کہتے ہیں ایک دفعہ عبداللہ بن مبارک امام مالک کے حلقۂ درس میں آئے۔ امام صاحب اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اور انہیں مسند پر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ امام مالکؒ نے عبداللہ بن مبارک کے سوا کسی دوسرے کے لئے جگہ چھوڑی ہو۔ اور اسے اپنی مسند پر بٹھایا ہو۔ جب عبداللہ اٹھ کر چلے گئے تو امام صاحب فرمانے لگے کہ یہ خراسان کے فقیہہ ہیں[54]۔

---

[51] تاریخ بغداد للخطیب ص ۱۶۱ ج ۱۰ و تقدمہ ص ۲۶۶ [52] تقدمہ ص ۲۶۷ ۔ [53] تاریخ بغداد ص ۱۶۵ ج ۱۰

[54] تہذیب التہذیب ص ۳۸۷ ج ۵ ۔

معتمر بن سلیمان کہتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن مبارک جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا ہمیں ان سے بڑے بڑے دقیق نکات حاصل ہوتے تھے جو کسی دوسرے سے نہیں ملتے تھے [۵۱]

یحیٰی بن آدم کہتے ہیں مغلق اور پیچیدہ مسائل کا حل عبداللہ بن مبارک کی کتابوں میں تلاش کرتا تھا جب وہاں نہ ملتے تو میں ان کے حل سے مایوس ہو جاتا [۵۲]

ابوالولید طیالسی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارک سے بڑھکر کوئی جامع عالم نہیں دیکھا۔

طلب حدیث میں انہماک بسلسلہ تجارت وجہاد امام عبداللہ بن مبارکؒ کا ہر ملک اور ہر شہر میں گذر ہوتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ کے شیوخ حدیث سے استفادہ کرتے تھے۔ جہاں موقعہ ملتا حدیث لکھنے میں مشغول ہو جاتے آخر عمر تک یہی معمول رہا۔ اور اکثر لوگوں کے لئے تعجب کا باعث ہوا۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی شخص نے امام صاحب سے کہا "آپ ابھی تک احادیث لکھتے ہیں یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا" فرمانے لگے ممکن ہے کوئی ایسی حدیث جو میرے لئے نفع بخش ہو میں نے ابھی تک نہ لکھی ہو۔ [۵۳]

عیسیٰ بن یونس محدث کہتے ہیں میں اور عبداللہ بن مبارک جہاد کے لئے روم کے علاقہ میں گئے ہوئے تھے۔ اس سفر میں وہ میری اتنی خدمت کرتے تھے کہ مجھے شرم آنے لگتی تھی۔ جب میں سوار ہوتا تو میری رکاب پکڑتے اور جب ہم کسی جگہ اترتے تو وہ مجھے حلوہ کھلاتے اور خود بیٹھ کر مجھ سے حدیث لکھنا شروع کر دیتے میں کہتا۔ للّٰہ ابوك اما ان لك ان تشبع یعنی حدیث لکھتے لکھتے ابھی تک آپ کا پیٹ نہیں بھرا۔ فرماتے اس علم سے کس کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ فيقول ومن يشبع من هذا الشان [۵۴]

کتب بینی آپ تعلیمی تجارتی اور معاشرتی مصروفیات کے باوجود مطالعہ کتب میں کبھی غفلت نہ کرتے تھے فرصت کے وقت خلوت میں چلے جاتے اور مختلف علوم وفنون کے مطالعہ سے اپنے حدود علم کو وسیع سے وسیع تر کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے کہا "آپ نماز سے فارغ ہو کر ہمارے پاس کیوں نہیں بیٹھتے" فرمانے لگے "میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہوں" ہم نے کہا اب صحابہ اور تابعین کہاں؟ بولے "میں اپنے جمع کردہ علم حدیث کا مطالعہ کرتا ہوں۔ ان کے اقوال واعمال

---

۵۱ تقدمہ ص ۲۶۳ ۵۲ تذکرۃ الحفاظ ۵۳ صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۱۱۳ ۵۴ تقدمہ

سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ میں تمہارے پاس بیٹھ کر کیا کروں۔ تم لوگوں کی غیبت کرتے ہو۔ دو سو سال کے اختتام پر اکثر لوگوں سے علیحدگی اللہ تعالےٰ کے تقرب کا موجب ہوگی۔ اگر اپنے دین کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو لوگوں سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ اور دین کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو۔[۵۱]

نعیم بن حماد کہتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک زیادہ وقت گھر پر خلوت میں گذارتے تھے۔ کسی نے کہا "آپ تنہائی میں اداس نہیں ہوتے؟" فرمانے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی میں کیسے اداس ہو سکتا ہوں یعنی آپ کی تعلیمات اور آپ کی احادیث کے مطالعہ میں مصروف رہتا ہوں جس سے انتہائی دلچسپی حاصل ہوتی ہے۔

ذریعہ معاش ذریعہ معاش تجارت تھا آپ کا کاروبار تجارت نہایت وسیع تھا۔ ہر ملک اور ہر شہر میں آپ کے قافلے رواں دواں رہتے تھے۔ چار لاکھ درہم کے سرمایہ سے کاروبار کرتے تھے۔ ایک لاکھ درہم سے زیادہ سالانہ منافع حاصل ہوتا تھا جو اہل علم طلبۂ حدیث اور صوفیان باصفا پر خرچ کر دیتے تھے ایک دفعہ فضیل بن عیاض سے کہا۔ لولاک واصحابک ما اتجرت۔ اگر تم اور تمہارے جیسے دوسرے طلبۂ حدیث نہ ہوتے تو میں کبھی تجارت نہ کرتا

علی بن حسن کہتے ہیں کہ وہ ایسے نادار لوگوں پر ہر سال ایک لاکھ درہم صرف کرتے تھے اگر منافع ختم ہو جاتا تھا تو اصل رقم سے خرچ کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے تھے[۵۲]

علمی مذاکرات مذاکرات علمیہ آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس سے آپ گھبراتے نہیں تھے۔ علی بن حسن کہتے ہیں ایک سردی کی رات کو میں امام صاحب کے ساتھ مسجد سے نکلا۔ دروازہ پر پہنچے تو ایک حدیث کے متعلق مجھ سے مذاکرہ شروع ہو گیا اس مذاکرہ نے اتنا طول کھینچا کہ مؤذن نے آکر صبح کی اذان کہہ دی۔[۵۳]

علم حدیث کی صیانت آپ علم حدیث کی بہت قدر کرتے تھے کسی نااہل کو پڑھانا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ بنو ہاشم کا کوئی آدمی آپ کے پاس حدیث پڑھنے کے لئے آیا۔ آپ نے پڑھانے سے انکار کر دیا۔ اس پر ہاشمی نے مایوس ہو کر غلام سے کہا اٹھو چلیں۔ جب سوار ہونے لگا تو امام صاحب نے آکر اس کی رکاب تھام لی۔ وہ کہنے لگا اے ابو عبدالرحمان! حدیث پڑھانے سے تو آپ نے انکار کر دیا ہے مگر اب

---

۵۱ صفۃ الصفوۃ ص۱۱۱ ۵۲ البدایہ والنہایہ ص۱۷۷ ج۱۰ ۵۳ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام صاحب

مجھے سوار کرانے کے لئے میری رکاب تھام لی ہے۔ فرمانے لگے میں تمہارے لئے اپنے بدن کو تو ذلیل کر سکتا ہوں مگر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذلت گوارا نہیں ہے۔[۵]

فتوے دینے میں احتیاط آپ فتوے دینے میں بہت محتاط تھے۔ اس بارہ میں بڑی دوراندیشی سے کام لیتے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں کوفہ اور بصرہ کے درمیان کسی منزل پر اترا ہوا تھا۔ ایک شخص جس کے ہاتھ میں قت (ایک قسم کا گھاس) کی رسی تھی میرے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا "اے ابوعبدالرحمان! اس بستی میں میری دوکان کے سوا کوئی دوکان نہیں بعض حاجتمند میرے پاس آتے ہیں۔ اگر میں اس رسی کی قیمت سو درہم بھی مانگ لوں تو اس کے لئے اس کے خریدے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیا اتنی گراں فروشی میرے لئے جائز ہے؟" میں نے یہ سن کر اپنے رفقا سے کہا "سامان باندھو اور کوچ کے لئے تیار ہو جاؤ"۔ چنانچہ میں اسے کچھ بتائے بغیر رخصت ہو گیا۔ اگلی منزل پر پہنچ کر میں نے اپنے رفقا سے کہا۔ جانتے ہو میں نے اس شخص کو جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ بولے نہیں۔ آپ نے کہا میں نے اس کے لئے یہ کہنا کہ "مت بیچو" پسند نہیں کیا کیونکہ یہ ایک چیز کا حرام کرنا ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے حلال کی ہے اور میں نے فروخت کرنے کا فتویٰ دینا بھی مناسب نہیں سمجھا کہ مبادا وہ میرے کہنے سے لوگوں کے پیٹ میں چھرا گھونپتا پھرے۔ لہٰذا میں نے خاموشی میں مصلحت دیکھی اور جواب دیئے بغیر روانہ ہو گیا۔[۶]

وجاہت امام صاحب جہاں ایک باعمل محدث تھے اور اس فن میں اتنے ماہر تھے کہ اپنے ہمعصر آئمہ حدیث میں "امیر المؤمنین فی الحدیث" کے ممتاز لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ وہاں آپ کو دنیاوی وجاہت اور ظاہری شان و شوکت سے بھی حصہ وافر ملا تھا۔ شہر مرو میں آپکا ایک بڑا عالیشان مکان تھا جس کے سامنے ۵۰ مربع گز وسیع صحن تھا۔ آپ کا یہ صحن علمائے ذی شان، صوفیائے عالی مرتبت اور دیگر ہر نوع کے باوقار لوگوں کا مجمع تھا۔ یہ لوگ ہر صبح و شام یہاں جمع ہوتے اور مختلف علمی سیاسی اور اجتماعی مذاکروں سے اپنے حدود علم کو وسیع کرتے۔ جب امام صاحب باہر تشریف لاتے تو یہ سب لوگ استفادہ کے لئے ان کے گرد جمع ہو جاتے۔ مگر طبعی طور پر امام صاحب کو ایسی نمود اور ظاہری شان و شوکت سے نفرت تھی بعض اوقات اس زندگی سے اکتا کر کوفہ تشریف لے جاتے وہاں

---

[۵] "تذکرۃ الحفاظ" ص
[۶] (مقدمہ) ص ۲۶۹

ایک چھوٹے سے مکان میں سکونت فرماتے، صرف نماز کے لئے نکلتے اور فارغ ہو کر پھر وہیں آ بیٹھتے۔ ملاقاتیوں اور زائرین سے نجات ملتی۔ ایک دفعہ آپ کے تلمیذ حسن نے کہا "اے ابو عبدالرحمان! آپ مرو کی چہل پہل چھوڑ کر کوفہ کے اس سنسان مکان میں وحشت محسوس نہیں کرتے؟" فرمانے لگے مرو کی جو چہل پہل تمہیں محبوب و مرغوب ہے میں نے اس سے بھاگ کر اس سنسان مکان میں پناہ لی ہے۔ مرو میں جب کوئی نیا مسئلہ پیدا ہوتا ہے یا کوئی نئی تحریک اُبھرتی ہے تو لوگ کہتے ہیں چلو ابن مبارک سے چل کر پوچھیں۔ اس سے میں بڑی کوفت محسوس کرتا ہوں۔ یہاں دلجمعی حاصل ہے اور ہر قسم کی پریشانیوں سے نجات ملجاتی ہے[۵]

مگر آپ کے چلے آنے کے بعد مرو کی چہل پہل ختم ہو جاتی ہے اور وہاں کی مجلسیں سونی پڑ جاتی ہیں۔ شاعر کہتا ہے[۵]

اذا سار عبداللہ من مرو لیلۃ　　　فقد سار عنہا نورھا وجمالھا

اذا ذکر الاحبار فی کل بلدۃ　　　فھم انجم فیھا وانت ھلالھا

عوام کی عقیدت آپ کی صفات میں مذکور ہے کہ آپ کو تمام فرقوں میں قبول عام حاصل تھا اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید رقہ میں فروکش تھے۔ امام عبداللہ بن مبارک بھی وہاں تشریف لائے۔ لوگ ان کی ملاقات اور دیدار کے لئے بھاگے چلے آرہے تھے۔ جوتے ٹوٹ رہے تھے۔ اور دور تک گرد و غبار اُڑ رہی تھی۔ ہارون کی ایک کنیز نے بالاخانہ سے دیکھا تو کہنے لگی "یہ کیا ہے؟" لوگوں نے کہا یہ خراسان کے عالم امام عبداللہ بن مبارک رقہ آئے ہیں۔ اور لوگ ان کے استقبال دیدار اور استفادہ کے لئے دوڑے آرہے ہیں۔ وہ کنیز بولی "خدا کی قسم! یہ حقیقی بادشاہی ہے۔ ہارون کی بادشاہی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے جس کے لئے لوگ پولیس کے دباؤ اور ڈنڈے کے زور سے جمع کیے جاتے ہیں[۵]

صفاتِ حمیدہ آپ اخلاق فاضلہ اور صفاتِ جلیلہ کے مخزن تھے اگر کہا جائے کہ صحابہ کے بعد آج تک اتنے اوصاف کسی فردِ واحد میں جمع نہیں ہوئے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ کوفہ کے عظیم المرتبت امام اور عبداللہ بن مبارک کے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ آرزو کیا کرتے تھے "کہ کاش مجھے عبداللہ بن مبارک کی زندگی کا ایک سال ہی نصیب ہو جائے" کبھی فرماتے "میں انتہائی کوشش کے باوجود عبداللہ بن مبارک کی طرح تین دن گذارنے سے بھی عاجز ہوں"[۵]

---

۱ صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ص ۱۰۹ ج ۴　۲ البدایہ ص ۱۷۸ ج ۱۰ و صفۃ الصفوۃ ص ۱۱۳ ج ۴　۳ تقدمۃ الجرح ص ۲۶۶ و تاریخ بغداد ص ۱۶۱ ج ۱۰

حسن بن عیسیٰ کہتے ہیں ایک دفعہ عبداللہ بن مبارک کے تلامذہ جمع ہوئے اور انہوں نے بالاتفاق ان کے یہ صفات شمار کیئے جو ان میں بدرجہ کمال پائے جاتے تھے۔

علم حدیث، فقہ، ادب، نحو، لغت، زہد، شجاعت، شعرگوئی، فصاحت، شب بیداری، عبادت حج، جہاد، شہسواری، بیہودہ گوئی سے اجتناب، انصاف کی پابندی۔ اور رفقا اور تعلق داروں کے ساتھ جھگڑنے سے پرہیز۔ اکثر یہ شعر گنگناتے رہتے تھے۔

واذا صاحبت فاصحب صاحباً ذا حیاء و عفاف و کرم

اگر کسی رفیق کی تلاش ہو تو صاحب حیا، باعفت اور شریف انسان کو رفیق بناؤ۔

قائلا للشئی لا ان قلت لا واذا قلت نعم قال نعم

جو اتنا موافق ہو کہ جب تم نہ کہو تو وہ نہ کہے اور جب تم ہاں کہو تو وہ ہاں کہے[1]۔

اس کے علاوہ سخاوت، تجارت اور جنگی واقعات کا علم بھی ان کے صفات میں داخل ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں تمام فرقوں میں قبول عام حاصل تھا۔

سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارکؒ اور صحابہ کرامؓ کے مابین موازنہ کیا۔ تو شرف صحبت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کے سوا عبداللہ بن مبارک کو صحابہ کے تمام اوصاف میں شریک پایا[2]۔

امام نسائی فرماتے ہیں ہم نے عبداللہ بن مبارک کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر جلیل القدر اور بلند مرتبہ کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ اور نہ کوئی ایسا شخص پایا جس میں بیک وقت تمام صفات حمیدہ جمع ہوں۔

اسمٰعیل بن عیاش کہتے ہیں میں خیر کی کوئی خصلت ایسی نہیں پاتا جو اللہ تعالےٰ نے عبداللہ بن مبارک میں پیدا نہ کی ہو[3]۔

طلبۂ حدیث کی مالی اعانت امام صاحب کی سخاوت اور کرم گستری زبان زدِ عوام تھی۔ ویسے تو سبھی قسم کے لوگ اس سے برابر مستفید ہوتے تھے۔ مگر آپ کے مال کا زیادہ حصہ علماء اور طلباء حدیث کے

[1] تہذیب الاسماء والصفات ج۱ ص۲۸۵ [2] صفۃ الصفوۃ ج۴ ص۱۱۳ [3] صفۃ الصفوۃ ج۴ ص۱۱۹

کام آتا تھا۔ اس میں یگانہ و بیگانہ کی تمیز نہ تھی۔ جس جگہ ضرورت زیادہ ہوتی اور جہاں کے طلباء زیادہ ہونہار اور زیادہ محنتی ہوتے وہاں پر صرف کرنا مقدم سمجھتے تھے ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے شکایت کی کہ آپ اپنا مال دوسرے شہروں میں خرچ کرتے ہیں۔ اور اپنے شہر والوں کو محروم ہی رکھتے ہیں۔ فرمانے لگے میں جانتا ہوں کہ اصحابِ فضل اور اہل صدق و صفا کہاں ہیں۔ وہ احادیث نبویہ (علی صاحبہا الف الف تحیہ) کو خوب دل لگا کر سیکھنے والے طلبا ہیں۔ ان پر مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم ان کی مالی امداد چھوڑ دیں گے تو یہ علم ضائع ہو جائے گا۔ ہماری امداد سے وہ علم حاصل کریں گے اور اسے چاروں طرف امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پھیلا دیں گے۔ میرے نزدیک نبوت کے بعد علم شریعت کی نشر و اشاعت سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں ہے۔[۱]

حسن بن ربیع کہتے ہیں امام عبداللہ اکثر طلبۂ حدیث کی دعوت کیا کرتے تھے۔ جب کھانا تیار ہو جاتا تو لمبی لمبی چادریں بچھا دی جاتیں۔ ان پر دستر خوان بچھا کر کھانا چن دیا جاتا۔ اس طرح مدعوین اس پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ عموماً آپ طلبۂ حدیث کو فالودہ بھی کھلایا کرتے تھے۔[۲]

محمد بن عیسےٰ کہتے ہیں کہ امام عبداللہ بن مبارک کو کاروباری سلسلہ میں اکثر طرطوس آنا پڑتا تھا۔ راستہ میں جب رقہ آتے تو ایک سرائے میں قیام فرماتے وہاں ایک نوجوان آپ کی بڑی خدمت کرتا۔ اور آپ سے علم حدیث بھی پڑھتا تھا۔ ایک دفعہ امام صاحب آئے تو اس نوجوان کو موجود نہ پایا۔ اس وقت تو جہاد میں جانے کی جلدی تھی آپ چلے گئے واپسی پر نوجوان کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ قرض نہ ادا کرنے کی وجہ سے جیل میں ہے۔ رات کے وقت امام صاحب نے قرض خواہ کو بلا کر پوچھا۔ فلاں نوجوان کے ذمہ تمہارا کتنا روپیہ ہے؟ بولا دس ہزار درہم۔ امام صاحب نے دس ہزار درہم اپنی جیب سے ادا کر دیئے۔ اور اس سے حلفیہ وعدہ لیا کہ میری زندگی میں کسی سے اس واقعہ کا تذکرہ نہ کرنا۔ اور کل صبح ہوتے ہی نوجوان کو قید سے رہا کر دینا یہ تاکید کی اور خود صبح سے پہلے ہی روانہ ہو گئے۔ اگلے روز نوجوان رہا ہوا تو کسی نے اس کے پاس امام صاحب کی آمد کا ذکر کیا اور کہا وہ تمہیں یاد کرتے تھے۔ یہ سن کر نوجوان پیچھے دوڑا۔ رقہ سے تقریباً تین منزل دور جا کر آپ سے ملا۔ امام صاحب فرمانے لگے "نوجوان! رقہ میں ملاقات نہیں ہو سکی کہاں تھے؟" بولا جناب میں قرض

---

[۱] تاریخ بغداد ص ۱۶۰ ج ۱۰ [۲] صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ص ۱۳۳ ج ۴ [۳] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۷۷

ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے گرفتار تھا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ "اب رہائی کیسے ہوئی ہے" کہنے لگا کسی اللہ کے بندے نے میرا قرض ادا کر دیا ہے۔ اور میں رہا ہو گیا ہوں۔ مگر اس ولی نعمت کا مجھے علم نہیں ہو سکا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ "قرض ادا ہونے اور قید سے نجات پانے پر اللہ کا شکر ادا کرو۔" قرض خواہ اپنے وعدے پر پورا اترا اور اس نے امام صاحب کی وفات کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ کیا[۵۱]

فیاضی آپ کے تذکرہ نگاروں نے آپ کی فیاضی کے بیسیوں واقعات ذکر کئے ہیں۔ جن میں سرمایہ داروں کے لئے عبرت کا کافی سامان موجود ہے۔ ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ والے اغنیا کی ثروت و دولت کا صحیح مصرف کیا ہوتا ہے چند سبق آموز واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک دفعہ حج کو جاتے ہوئے امام صاحب ایک شہر سے گذر رہے تھے کہ آپ کا ایک مرغ[۵۲] مر گیا۔ جو وہاں کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔ رفقائے سفر آگے نکل گئے آپ پیچھے آ رہے تھے جب اس ڈھیر کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ قریبی مکان سے ایک لڑکی نکلی اس نے وہ مرغ اٹھایا۔ کپڑے میں لپیٹا اور لپک کر مکان میں داخل ہو گئی۔ فقرا اور مساکین کے محسن، رحیم و کریم امام یہ صورتِ حال دیکھ کر حقیقت معلوم کئے بغیر آگے کیسے جا سکتے تھے سیدھے اس کے پاس گئے اور ڈھیر پر سے مردہ مرغ اٹھا لانے کا سبب پوچھا لڑکی نے جواب دیا کہ ہم دو بہن بھائی یہاں رہتے ہیں ہمارے پاس سوائے اس تہبند کے کوئی چیز نہیں کئی دن سے ہم اس ڈھیر پر پھینکی ہوئی چیزیں کھا کر بسر اوقات کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارا والد مالدار تھا پہلے ظلماً اس کا تمام مال چھین لیا گیا۔ پھر اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ لڑکی سے یہ ماجرا سن کر امام صاحب نے اپنا مال و اسباب واپس لانے کا حکم دیا اور خازن سے پوچھا تمہارے پاس اس وقت کس قدر زادِ راہ ہے؟ خازن نے کہا "ایک ہزار دینار" (اڑھائی ہزار روپیہ) فرمانے لگے اس میں سے پچاس روپے لے لو یہ ہمارے مرو تک پہنچنے کے لئے کافی ہوں گے باقی سب کچھ اس لڑکی کے حوالے کر دو۔ اس وقت یہ مال ان پر خرچ کرنا حج سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔[۵۳]

---

[۵۱] صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۱۱۱۔ تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۰ ص ۱۵۹۔ [۵۲] آپ سفر میں گوشت حاصل کرنے کے لئے اپنے ہمراہ مرغ رکھتے تھے۔ [۵۳] البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۷۸۔

(۲) جب آپ حج کے لئے تشریف لے جانے تو اپنے شاگردوں اور دوستوں میں اعلان کر دیتے کہ جو شخص میرے ساتھ حج کو جانا چاہتا ہے وہ اپنا زادِ راہ میرے حوالے کر دے۔ میں حسبِ حاجت اس پر خرچ کروں گا۔ جو لوگ جانا چاہتے آپ ان کا زادِ راہ اپنے قبضہ میں کر لیتے۔ اور ہر تھیلے پر مالک کا نام لکھ کر ایک صندوق میں رکھ دیتے۔ پھر راستہ میں آپ ان کو پُر تکلف کھانا کھلاتے۔ ان کے لئے بہترین سواریوں کا انتظام کرتے۔ اور ان سے بڑی نرمی اور رواداری سے پیش آتے۔ حج سے فارغ ہو کر ہر ایک رفیق سے پوچھتے "آپ کے اہلِ خانہ نے آپ کو کون سا تحفہ لانے کے لئے کہا ہے؟" ان کے کہنے پر ہر ایک شخص کے اہلِ خانہ کی وصیت کے مطابق ان کے لئے مکی یمنی اور دوسرے شہروں کے تحائف خریدتے۔ جب مدینہ منورہ تشریف لاتے تو ان کے لئے مدنی تحائف حاصل کرتے۔ واپسی پر ان کے پہنچنے سے پہلے پہلے آدمی بھیج کر ان کے گھروں کی سفیدی اور اگر وہ مرمت طلب ہوتے تو ان کی مرمت کروا دیتے۔ گھر پہنچ کر تمام رفیقانِ سفر کی دعوت کرتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر انہیں نیا لباس پہناتے پھر وہ صندوق منگوا کر تھیلے نکالتے اور انہیں اللہ تعالےٰ کی قسم دیتے کہ ہر صاحب اپنے اپنے نام کا تھیلا اٹھا کر لے جائے۔ چنانچہ سب رفیق اپنا اپنا تھیلا اٹھا لیتے۔ ان کا شکریہ ادا کرتے اور ان کے اخلاق کریمانہ اور ان کی جود و سخا کے گن گاتے ہوئے اپنے اپنے گھر کی راہ لیتے۔[۵۱]

(۳) سلمہ بن سلیمان کہتے ہیں ایک شخص نے امام عبداللہ بن مبارکؒ سے اپنا قرض ادا کرنے کے لئے کہا امام صاحب نے اپنے خازن کو لکھا کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔ خازن نے چٹھی پڑھ کر اس شخص سے پوچھا تم نے امام صاحب سے کتنا قرض ادا کرنے کے لئے کہا ہے؟ بولا "سات سو درہم"۔ خازن نے امام صاحب کی طرف لکھا "حاملِ رقعہ نے سات سو درہم کے لئے کہا ہے۔ اور آپ نے سات ہزار لکھ دیا ہے۔ ذخیرہ پہلے ہی ختم ہو رہا ہے۔" امام صاحب نے جواب دیا "اگر ذخیرہ ختم ہو رہا ہے تو عمر بھی ختم ہو رہی ہے۔ جو کچھ میرے قلم سے نکل چکا ہے اس کی تعمیل کرو۔ ایک روایت میں ہے امام صاحب نے لکھا "اب اسے چودہ ہزار درہم دے دو۔" اس پر خازن نے لکھا "اگر آپ کی داد و دہش کا یہی حال رہا تو عنقریب تمام جائیداد بک جائے گی۔" امام صاحب نے جواب دیا "اگر تم میرے خازن ہو تو میرے حکم پر عمل کرو۔ اور اگر میں تمہارا

---

۵۱ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۷۸ - تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۰ ص ۱۵۸

خازن ہوں تو میری جگہ آجاؤ میں تمہاری جگہ چلا جاتا ہوں۔ پھر دیکھنا تمہارے حکم کی کیسے تعمیل کرتا ہوں۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنے بھائی کے لئے دفعتہً خوشی کا باعث ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو بخش دیتا ہے لہٰذا میں اس کے لئے دو مرتبہ فوری خوشی کا باعث بننا چاہتا ہوں۔[۵۱]

(۴) امام صاحب ایک بزرگ ابوالاحوص کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ کسی ہاشمی حاکم نے ان کی طرف خادم کے ہاتھ ایک ہزار درہم ارسال کئے اور کہلا بھیجا کہ ہم رمضان میں اپنے اہل وعیال پر وسعت کرتے ہیں۔ آپ بھی اس مال سے اپنے بال بچوں کو بافراغت کھلایئے پلایئے۔ ابوالاحوص نے کہا "خدا اسے غارت کرے" پھر یہ کہہ کر وہ مشکوک مال واپس کر دیا اور خادم سے بولے "اپنے آقا سے کہو یہ مال اپنے پاس رکھے جب ہمیں ضرورت ہوگی منگالیں گے" یہ دیکھ کر امام عبداللہ صاحب چپ چاپ اٹھ کر چلے گئے اور گھر سے ایک ہزار درہم لاکر ابوالاحوص کے سامنے رکھ دیئے اور فرمایا "اسے قبول کیجئے مجھے خطرہ ہے کہ روپے کی واپسی کا حال سن کر آپ کے اہلِ خانہ آپ سے ناراض ہوں گے اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ مال کسبِ حلال سے حاصل ہوا ہے" ابوالاحوص نے اسے قبول کر لیا۔[۵۲]

(۵) ایک دفعہ کسی سائل نے سوال کیا۔ امام صاحب نے اسے چار آنے دیئے۔ آپ کے رفیق نے کہا "یہ لوگ بڑے فضول خرچ ہوتے ہیں۔ یہ بھنا ہوا گوشت اور فالودہ اڑاتے ہیں اسے ایک پیسہ ہی کافی تھا" امام صاحب نے کہا "میں سمجھا تھا کہ یہ ساگ پات اور روٹی کھاتا ہوگا۔ اگر یہ بھنا ہوا گوشت اور فالودہ کھاتا ہے تو اس کے لئے چار آنے کافی نہیں ہیں" خادم سے کہا اسے واپس بلاؤ اور دس درہم اس کے حوالے کرو۔[۵۳]

(۶) اسماعیل بن عیاش کہتے ہیں مجھے میرے دوستوں نے بتایا ہے کہ وہ ایک دفعہ امام صاحب کے ساتھ مصر سے مکہ معظمہ گئے۔ امام صاحب راستہ میں انہیں مرغ۔ حلوہ اور فالودہ کھلاتے تھے۔ مگر خود سخت گرمی میں بھی مسلسل روزہ رکھتے تھے۔[۵۴]

(۷) عمر بن حفص صوفی کہتے ہیں ایک دفعہ امام عبداللہ بن مبارک بغداد سے مصیصہ گئے۔ صوفیوں کی ایک جماعت بھی ہمراہ ہوگئی۔ راستہ میں آپ نے ان سے کہا آپ لوگ بڑے خوددار ہوتے ہیں کسی دوسرے

---

۵۱ صفتہ الصفوہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۸۔ تاریخ بغداد للخطیب جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۹۔ ۵۲ صفتہ الصفوۃ جلد ۴ صفحہ ۱۲۱ ۵۳ البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۸ ۵۴ صفتہ الصفوہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۹

کی گرہ سے کھانا پسند نہیں کرتے۔ آؤ ہم سب مل کر اپنا زادِ سفر اکٹھا کرلیں۔ اور اس سے مل جل کر کھاتے رہیں پھر غلام سے کہا ایک رکابی لاؤ وہ رکابی لایا۔ آپ نے اس پر رومال رکھ دیا۔ اور ہمراہیوں سے کہا اپنی اپنی رقم اس میں ڈال دو۔ سب نے حسبِ استطاعت اس میں رقم ڈالی کسی نے دس درہم اور کسی نے بیس درہم اس کے بعد آپ مصیصہ تک انہیں کھلاتے پلاتے گئے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا اب محاذِ جنگ قریب آگیا ہے اس لئے ہمیں اپنی بقایا رقم تقسیم کرلینی چاہیئے۔ پھر آپ نے ہر رفیق کو بیس بیس دینار دیئے۔ وہ کہتا "اے ابوعبدالرحمان میں نے تو صرف بیس درہم ڈالے تھے"۔ آپ کہتے "حیران کیوں ہوتے ہو اللہ تعالےٰ غازی کے مال میں برکت عطا فرماتا ہے"۔[۵۱]

تورع و پرہیزگاری آپ بہت بڑے پرہیزگار تھے۔ مشتبہ اور مشکوک چیز کے قریب نہیں پھٹکتے تھے فرمایا کرتے تھے ایک مشکوک درہم کا رد کرنا میرے نزدیک چھ لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے[۵۲]۔ گھر کے کبوتروں سے محض اس لیئے فائدہ اٹھانا ترک کردیا تھا کہ ان میں دوسروں کبوتروں کی آمیزش ہوگئی تھی۔ اور ان کی نسل خالص نہیں رہی تھی۔ یہ پرہیزگاری آپ کو اپنے والد مبارک سے ورثہ میں ملی تھی۔ وہ بڑے پرہیزگار اور دیانت دار تھے۔ جب وہ غلام تھے مالک نے اپنے باغ کی حفاظت ان کے سپرد کررکھی تھی۔ وہ یہ خدمت عرصہ تک انجام دیتے رہے۔ ایک دن مالک باغ میں آیا اور ان سے ایک میٹھا سا انار لانے کے لیئے کہا۔ مبارک ایک درخت سے ایک عمدہ انار توڑ لائے مالک نے چیرا تو وہ ترش اور بدمزہ نکلا۔ مالک ناراض ہوکر بولا میں نے تمہیں میٹھا انار لانے کے لیئے کہا ہے اور تم کھٹا لے آئے۔ جاؤ کوئی میٹھا انار لاؤ۔ وہ گئے اور اب کی مرتبہ کسی دوسرے درخت سے توڑ لائے چیرنے پر وہ بھی ترش نکلا۔ اب تو مالک پہلے سے زیادہ خفا ہوئے تیسری بار پھر بھیجا پھر بھی وہی ہوا جو پہلے ہوچکا تھا۔ مالک جھنجھلا کر بولا "ابے! تمہیں ابھی تک میٹھے اور کھٹے کی تمیز نہیں؟" کہنے لگے "جی نہیں" مالک نے کہا "یہ کیوں؟" بولے "میں نے آج تک اس باغ سے ایک دانہ بھی نہیں کھایا۔ پھر میٹھے اور کھٹے میں تمیز کیسے کرسکتا ہوں۔" مالک نے کہا "تم نے کھایا کیوں نہیں؟" کہنے لگے "آپ نے مجھے اجازت نہیں دی" تحقیق کرنے پر غلام کی بات صحیح

۵۱ تاریخ بغداد ترجمہ امام صاحب ۵۲ صفۃ الصفوۃ ص ۱۱۴/۴

ثابت ہوئی۔ مالک کو اپنے غلام کی دیانت داری اور پرہیزگاری اس قدر پسند آئی کہ نہ صرف اس کا احترام مالک کی نگاہ میں بڑھ گیا۔ اور اسے آزاد کر دیا بلکہ اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی۔ کہتے ہیں کہ امام عبداللہ بن مبارک اسی لڑکی کے شکم سے پیدا ہوئے۔ یہ اسی باپ کی دیانت داری کی برکت ہے کہ اس کا لخت جگر علم و فضل کے آسمان پر آفتاب نصف النہار بن کر چمکا۔[۵۱]

شجاعت اور جذبہ جہاد | امام صاحب بڑے بہادر اور جفاکش تھے۔ آرام طلبی اور تن آسانی سے قطعاً آشنا نہیں تھے۔ اکثر جہاد میں شریک ہوا کرتے تھے امام ذہبی فرماتے ہیں۔

افنی عمرہ فی الاسفار حاجاً و مجاھداً و تاجراً

یعنی آپ کی عمر کا اکثر حصہ حج۔ جہاد اور تجارتی سفروں میں گذرا[۵۲]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کان کثیر الغزو والحج[۵۳]

عبدہ بن سلیمان کہتے ہیں ایک دفعہ ہم روم کے علاقہ میں امام عبداللہ بن مبارک کی معیت میں جہاد میں شریک ہوئے۔ جب جنگ کے لئے دونوں طرف صف بندی ہو چکی تو دشمن کی صف سے ایک شخص نکلا اور دعوت مبارزت دینے لگا۔ ادھر اسلامی لشکر سے ایک شخص اس کے سامنے آیا۔ تھوڑی دیر مقابلہ ہوتا رہا۔ پھر مسلمان نے تاک کر اس زور سے نیزہ مارا کہ دشمن زمین پر آ رہا۔ اس کے بعد دشمن کے تین پہلوان یکے بعد دیگرے میدان میں آئے۔ اور مجاہد اسلام کے خون آشام نیزے کا لقمہ بن گئے۔ لوگ اس بہادر سپاہی کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔ میں بھی گیا۔ اسوقت آستین کیساتھ اس نے اپنے منہ کو چھپا رکھا تھا میں نے آستین ہٹائی تو معلوم ہوا کہ وہ رئیس المجاہدین عبداللہ بن مبارک ہیں۔[۵۴]

بیباک حق گوئی | امام صاحب کلمۂ حق کہنے پر موت کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے بلکہ خندہ پیشانی سے اس کا استقبال اپنے لئے سرمایۂ فخر سمجھتے تھے ایک واقعہ درج ذیل ہے۔

ایک دفعہ ہارون رشید عین زربہ آئے ہوئے تھے۔ امام عبداللہ بن مبارک بھی وہاں مقیم تھے جو اس کی

---

۵۱ ابن خلکان ص ۲۴۳ ج ۱ ۔ ۵۲ تذکرۃ الحفاظ ص ۲۵۳ ج ۱ ۔ ۵۳ البدایہ ص ۱۷۷ ج ۱۰

۵۴ صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ص ۱۱۹ ج ۴

آمد کی خبر سن کر روپوش ہو گئے تھے۔ ہارون رشید نے انہیں طلب کیا۔ میں یہ سوچ کر خاموش ہو رہا کہ امام صاحب خراسانی آدمی ہیں کہیں خلیفہ سے تلخ کلامی نہ کریں۔ جو اس کی طبع نازک پر گراں گذرے۔ اور وہ آپ کے قتل کا حکم دے دے اس طرح میں امام صاحب کے قتل کا ہی سبب نہیں ہوں گا بلکہ خلیفہ اور اپنی ہلاکت کا موجب بھی بنوں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہارون نے پھر امام صاحب کو حاضر کرنے کے لئے کہا۔ میں نے عرض کی "حضور! عبداللہ بن مبارک ایک غلیظ الطبع اور غیر مہذب شخص ہے۔ آپ اسے بلا کر کیا کریں گے؟" اس پر ہارون خاموش ہو گیا۔ تین دن کے بعد امام صاحب باہر نکل آئے کسی نے کہا "آپ چھپتے بھی ہیں اور اب باہر بھی نکل آئے ہیں؟" فرمانے لگے "پہلے میں نے اپنی جان کو مرنے کے لئے کہا نہ مانی اب وہ موت کے لئے آمادہ ہے اس لئے میں باہر نکل آیا ہوں"

خشیت الٰہی قاسم بن محمد کہتے ہیں ایک دفعہ ہم امام عبداللہ بن مبارک کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ اکثر میرے دل میں خیال آتا تھا کہ اس شخص کو ہم پر فضیلت کیوں ہے؟ اور لوگوں میں اس کے قبولِ عام کی وجہ کیا ہے؟ اگر یہ شہرت نماز، روزہ، حج اور جہاد کی وجہ سے ہے تو ہم بھی ان تمام صفات میں انکے ساتھ شریک ہیں مگر ہمیں وہ قبولیت حاصل نہیں ایک دفعہ ہم شام کے راستہ میں رات کے وقت ایک مکان میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کہ دفعتہً چراغ بجھ گیا ہم میں سے ایک آدمی چراغ روشن کرنے کے لئے باہر لے گیا۔ اسے وہاں کچھ دیر ہو گئی۔ جب وہ چراغ لے کر اندر آیا تو میں نے امام عبداللہ کے چہرے پر نظر ڈالی۔ میں نے دیکھا کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے اور وہ زار زار رو رہے ہیں۔ اب میں سمجھا کہ ان کے قبولِ عام کا باعث یہی خشیتِ الٰہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کمرہ کی تاریکی دیکھ کر ان کا خیال قیامت کی تاریکی کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور اس کے خوف سے ان کا یہ حال ہو رہا تھا۔[۵۱]

نعیم بن حماد کہتے ہیں جب آپ کتاب الرقاق پڑھتے تو فرطِ گریہ سے آپ کے سینہ سے اس طرح آواز نکلتی تھی جیسے ایک ذبح کی ہوئی گائے کے حلق سے نکلتی ہے اس وقت کوئی آپ کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔ اور نہ سوال کرنے کی جرأت کر سکتا تھا۔[۵۲]

---

۵۱ صفتہ الصفوہ لابن الجوزی صفحہ ۱۲۱ ج ۴		۵۲ صفتہ الصفوۃ

یادِ خدا | عبدہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ امام عبداللہ بن مبارک عصر کی نماز کے بعد مصیصہ کی جامع مسجد میں قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو جاتے تھے اور غروبِ آفتاب تک کسی سے کلام نہیں کرتے تھے۔

عبادت | عبادت میں امام صاحب کا مقام بہت اونچا ہے نماز سے خاص محبت اور والہانہ لگاؤ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر نماز پڑھتے پڑھتے صبح ہو جاتی تھی۔ علی بن حسن کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے بڑھ کر قرآن کی تلاوت کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اور نہ کوئی ان سے زیادہ نماز پڑھنے والا۔ اور خوش آوازی سے قرأت کرنے والا پایا ہے۔ سفر و حضر میں ساری ساری رات نماز میں گذار دیتے تھے۔ ترتیل سے قرأت کرتے تھے۔ کاروان میں سونا ترک کر دیا تھا۔ کیونکہ جب لوگ میٹھی نیند سوتے تھے آپ ذکر و صلوٰۃ اور دعا و مناجات کے لطف اٹھاتے تھے۔[1]

محمد بن اعین جو اکثر امام صاحب کے رفیق سفر تھے۔ اور آپ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان دنوں کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جب آپ اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر عیسائیوں کے خلاف مصروف پیکار تھے کہتے ہیں:

ایک رات امام عبداللہ بن مبارک یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ سونے لگے ہیں زمین پر لیٹ گئے۔ میں نے بھی اپنے نیزہ کا سرہانہ بنایا اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ خیال کر کے کہ میں سو گیا ہوں آپ اٹھے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ ساری رات نماز میں گذر گئی۔ صبح کے وقت میرے پاس آئے اور مجھے جگانے لگے۔ ابھی "محمد" ہی کہا تھا کہ میں نے عرض کی حضرت! میں آج سویا ہی نہیں۔ آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور پھر جب تک محاذِ جنگ میں رہے مجھ سے کھل کر کلام نہیں کی۔ غالباً انہیں میرا ان کے عمل پر اطلاع پانا پسند نہ آیا۔ اور میں اس کے اثرات وفات تک ان کے چہرہ میں محسوس کرتا رہا۔ واللہ! میں نے ان سے بڑھ کر نیک عمل کو چھپانے والا کوئی نہیں دیکھا۔[2]

موسیٰ بن مبارک کہتے ہیں ایک دفعہ ابو اسامہ نے اپنے ذمہ قرض کی شکایت کی اور امام صاحب کے کسی بھائی کے پاس سفارش کی التجا کی۔ امام صاحب نے رات کی تاریکی میں اپنے گھر سے پانصد درہم بھیج دیئے

[1] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۶۶

[2] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۶۶

اور خادم کو تاکید کی کہ وہ بھیجنے والے کا نام نہ بتلائے۔[1]

روزہ | آپ عیدین اور ایام تشریق کے سوا سفر و حضر اور گرمی و سردی میں ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ سفر میں اپنے رفقاء کو مرغ، گوشت، حلوہ، فالودہ اور دیگر طرح طرح کے پر تکلف کھانے کھلاتے تھے۔ مگر خود چلچلاتی دھوپ میں بھی روزہ نہیں چھوڑتے تھے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

کانت سفرتہ تحمل علی بعیر وحدھا وفیھا من انواع الماکول من اللحم والدجاج والحلوی وغیر ذلك ثم یطعم الناس وھو الدھر صائم فی الحر الشدید[2]

ایک اونٹ پر صرف آپ کے کھانے کا سامان مثلاً گوشت مرغ اور حلوہ وغیرہ لدا ہوتا تھا جو آپ لوگوں کو کھلاتے تھے۔ اور خود سخت گرمی میں بھی روزہ کا ناغہ نہیں کرتے تھے۔

قال قطن بن سعید ما افطر ابن المبارك ولا رئی نائما قط[3]

یعنی امام عبداللہ بن مبارک نے کبھی روزہ نہیں چھوڑا۔ اور نہ ہی کسی نے آپ کو سویا ہوا دیکھا۔

حج | آپ اکثر حج کیا کرتے تھے ساری عمر حج، جہاد اور تجارتی سفروں میں ہی گذری۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ افنی عمرہ حاجا و مجاھدا و تاجرا[4]۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کان کثیر الغزو والحج

زہد و اتقا | آپ بہت بڑے زاہد، شب زندہ دار عابد اور امام الصوفیا تھے علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم سلوک کے پیشوا تسلیم کیے جاتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں

جامع بود در شریعت و طریقت سر خیل محدثین و عرفا است

اپنے تلامذہ اور متعلقین کو زہد فی الدنیا، اقبال علی الآخرۃ اور قلت مال پر صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ مگر خود چوٹی کے عابد زاہد ہوتے ہوئے بھی تجارتی کاروبار میں دوسرے تاجروں کی طرح پورے انہماک سے حصہ لیتے تھے لیکن جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں اس سے حاصل شدہ منافع تمام و کمال طلبہ حدیث، صلحاء امت اور دیگر حاجت مندوں کی نذر کر دیتے تھے۔ چنانچہ فضیل بن عیاض کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے تھے

لولاك واصحابك ما اتجرت۔ اگر تم اور تمہارے ساتھی نہ ہوتے تو میں کبھی تجارت نہ کرتا۔

[1] تقدمہ ترجمہ امام صاحب [2] البدایہ والنہایہ ص ۱۷۷ ج ۱۰ [3] صفۃ الصفوۃ ص ۱۱۳ ج ۴ [4] تذکرۃ الحفاظ ص ۲۵۳ ج ۱

ایک دفعہ اسی فضیل نے آپ سے کہا

آپ ہمیں دنیا سے بے رغبتی، قلتِ مال پر صبر اور قوت لایموت پر اکتفا کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ مگر آپ کا خود اپنا یہ حال ہے کہ تجارتی سامان سے لدے ہوئے قافلے خراسان سے مکّہ معظمہ تک پہنچ رہے ہیں ایسا کیوں ہے؟ فرمانے لگے "اے ابوعلی! میں تجارت اس لئے کرتا ہوں کہ سوال کی ذلت سے بچوں، اپنی آبرو، عزت کو محفوظ رکھوں۔ اور کسبِ حلال سے حسب منشا اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں مدد لوں۔ بخدا! میں اللہ تعالےٰ کے تقرب کا جو کام دیکھتا ہوں اس کی انجام دہی میں سبقت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں"[۱]

احساسِ ذمہ داری | ذمہ داری کے احساس کا اندازہ اس (بظاہر چھوٹے سے) واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ جو حسن بن عرفہ کی روایت سے منقول ہے کہ امام عبداللہ نے مجھ سے کہا ملک شام میں میں نے کسی شخص سے قلم مستعار لی واپسی پر مجھے دینی یاد نہ رہی جب مرو آیا تو پتہ چلا کہ وہ قلم میرے پاس ہی ہے۔ اسی وقت شام کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر قلم مالک کے حوالہ کی[۲]

تواضع اور انکساری | امام عبداللہ بن مبارک امیر کبیر اور رأس المحدثین والفقہا ہونے کے باوجود بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ طبیعت میں امیرانہ غرور اور رئیسانہ نخوت نام کو نہ تھی۔ کھانا پکانے کے لئے ایندھن خود اپنے کندھے پر اٹھا لاتے تھے اور گھر کی دوسری ضروریات خریدنے کے لئے اکثر برہنہ پا بازار چلے جاتے تھے۔ سفر و حضر میں دوست و احباب کی خدمت اپنا اخلاقی فرض سمجھتے تھے۔ عیسےٰ بن یونس کہتے ہیں میں اور امام عبداللہ بن مبارک روم کے علاقہ میں باہم رفیقِ سفر تھے۔ وہ میری اس قدر خدمت کرتے تھے کہ میں اپنے دل میں شرم محسوس کرتا تھا جب میں سوار ہوتا میری رکاب پکڑتے اور جہاں اترتے میرے لئے کھانا تیار کرتے تھے[۳]

حسنِ ادب | حسن ادب امام صاحب کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس کی اہمیت پر بہت زور دیتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔

کاد الادب یکون ثلثی الدین   یعنی ادب قریب قریب دو تہائی دین کو شامل ہے۔

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۱۶۰   [۲] صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۱۲۰   [۳] تقدمۃ الجرح ص ۲۷۵

جب آپ امام مالکؒ کے درس میں شریک ہوتے تو امام صاحب طلبہ سے کوئی بات پوچھتے تو آپ استاذ کے احترام کے پیشِ نظر نہایت متانت اور پست آواز میں جواب دیتے تھے راوی کا بیان ہے فاعجب مالک بادبہ۔ امام صاحب آپ کے حسنِ ادب سے خوش ہوتے اور اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے[۵۱]

پھر یہ حسنِ ادب اساتذہ تک محدود نہ تھا۔ بلکہ دوسرے لوگوں سے بھی ایسا معاملہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کے پاس کسی نے چھینک لی۔ اور خاموش ہو رہا۔ امام صاحب نے کہا چھینک لینے والے کو کیا کہنا چاہیئے ؟ بولا الحمد للہ۔ اس پر امام صاحب نے اسے یرحمک اللہ کہا۔ محمد بن حمید کہتے ہیں۔ تمام حاضرین آپ کے اس حسنِ ادب سے بڑے خوش ہوئے[۵۲]

قابلِ رشک زندگی امام عبداللہ بن مبارکؒ کو گمنامی کی زندگی بڑی مرغوب تھی۔ ہمیشہ خواہش رہی کہ حیاتِ مستعار ایسی پُرسکون فضا میں گذرے جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہو۔ اور آؤ بھگت اور تعظیم و تکریم کے تمام امکانات مفقود ہوں۔ عبدہ بن سلیمان کہتے ہیں۔

ہم ایک رات امام صاحب کے ساتھ جنگ میں شرکت کرنے کے لئے روم کے علاقہ میں سفر کر رہے تھے اوپر سے بارش ہو رہی تھی نیچے سے کیچڑ اور دلدل کی وجہ سے چلنا مشکل تھا۔ امام صاحب فرمانے لگے" اے ابو محمد! ہم نے ایلا اور ظہار کے مسائل میں بے فائدہ عمر ضائع کر دی۔ اور اس قسم کی راتوں کے حصول سے محروم رہے" صبح کے وقت لوگ ایک چشمہ پر اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلانے لگے۔ امام صاحب بھی اپنا گھوڑا لائے مگر ایک سرحدی سپاہی نے امام صاحب کے گھوڑے کو طمانچہ مار کر پیچھے ہٹا دیا اور اپنا گھوڑا آگے لاکر پانی پلانے لگا۔ امام صاحب نے کہا" اے ابو محمد! یہ زندگی قابلِ رشک ہے وہ کیا زندگی ہے کہ اپنے حلقۂ ارادت میں گئے اور دور سے دیکھ کر مریدوں نے کہنا شروع کر دیا ابو عبدالرحمان کے لئے راستہ چھوڑ دو اے ابو عبدالرحمان! مسند پر تشریف لائیے[۵۳]

(باقی)

۵۱۔ تہذیب التہذیب ص ۳۸۶ ج ۵   ۵۲ تاریخ بغداد ص ۱۵۵ ج ۱۰   ۵۳ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۸۰